پاکستان کے دینی مدارس کا نصاب، اسلام اور عصر حاضر کے تناظر میں

Curriculum of Religious schools of Pakistan in the perspective of Islam and modern era

Dr. Nisar Akhtar
Assistant Professor, Islamic Studies
Department of Business Administration
Iqra University Main Campus, Karachi - Pakistan.
E-mail: nisar.akhtar@iqra.edu.pk

Dr Noor Wali Shah
Assistant Professor, Islamic Studies, NUML Islamabad
E-mail: noor.walishah@numl.edu.pk

Dr. Saeed Ahmad
Lecturer, Islamic Studies, NUML Islamabad
E-mail saeed.ahmad@numl.edu.pk

Abstract

The powerful circles of Pakistan have always had the curriculum of Islamic seminaries on their table to discuss. In the present era it has been especially noticed that not only the high ups of the society but even all and sundry hold an opinion on this issue to some or more extent with a desire to design or to be designed the same as per their aspirations, hopes and vision. The majority of such aspirants consists of the individuals who have not any idea what the system of these seminaries is, and they have never happened to even come across this curriculum. While on the other side, there are individuals who give a deaf ear to the word of any modification in this curriculum despite the fact that important figures and authorities on religious studies have already discussed at various points in time that the curriculum of Dars-e-Nizami is flexible enough to accommodate the dynamics of different times and climes. As for the curriculum of Islamic seminaries, various theories and suggestions have been presented in different times which may be summed up as follows:

The first category is an extreme which incorporates the theories that hold this curriculum as obsolete and outdated which was designed keeping in view the challenges of the time its founders had to face. The challenges of modern era demand that this curriculum be modified in view of contemporary challenges. The second category is the other extreme of theories which hold that there is no room for improvement. According to this camp, this curriculum is as valid today as it was when it was designed, they forcefully resist any modification whether it is in the realm of its skills or knowledge. The third is the camp of those aspirants who have faith in the utility of Dars-e-Nizami curriculum provided that some currently relevant disciplines are added to it and, at the same time, it should be purged of

the those subjects whose relevance cannot be established in the present era. After such modifications, they believe, this system would become more beneficial. The fourth category summarizes the opinion of those who believe in a single curriculum to be enforced in all public and private educational institutions including Islamic seminaries. This article is meant to scholarly analyze these four theories with their pros and cons. It has been discussed in detail and proved with arguments which of these schools of thought hold valid and balanced opinion so that we may conclude certain recommendations in the light of which the curriculum of Islamic seminaries in Pakistan may be modified keeping in view the demands of modern era.

Keywords: Islamic seminaries, contemporary challenges, Curriculum of Religious Schools, Curriculum in perspective of Islam, Religious Curriculum in Pakistan, Islam and modern era, Curriculum of Religious schools in modern era

دینی مدارس کے نظام تعلیم اور نصاب کے حوالے سے ہر دور میں مختلف پیشر فتیں مختلف عنوانات سے ہوتی رہتی ہیں، دینی مدارس کی اصلاح، انہیں جدید بنانے، ان کے نصاب کو قومی تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے اور انہیں قومی دھارے میں لانے کی کوششیں ہر زمانے میں جاری رہتی ہے، اس موضوع پر کچھ تحریر کرنے سے پہلے دینی مدارس کے قیام کی تاریخ اور قیام کے مقاصد سے متعلق کچھ تفصیلات بیان کی جاتی ہیں۔

مدارس کے قیام کی تاریخ:

عام طور پر مدارس کے قیام کی ابتداء چوتھی صدی ہجری کے آخر سے منسوب کی جاتی ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں میں دینی تعلیم سیکھنے اور سکھانے کا سلسلہ عہد نبوی ﷺ میں ہی شروع ہو چکا تھا، دار ارقم، مسجد قباء، اصحاب صفہ کا چبوترہ اور مسجد نبوی کے صحن میں تعلیم اور تربیت کا ایک جامع سلسلہ اس پر دال ہے، اس کے علاوہ مدارس میں حدیث شریف کے موضوع پر جو کتابیں پڑھائی جاتی ہیں ان میں جتنی بھی مرفوع احادیث ہیں ان کی اسناد امام الانبیاء ﷺ تک پہنچتی ہیں، جو اس بات کی واضح ثبوت ہے کہ مدارس کی بنیاد در حقیقت پیارے نبی ﷺ کے مبارک دور سے ہوا ہے۔

"البتہ اگر مدرسہ سے مراد یہ ہو کہ جس کی اپنی مستقل عمارت ہو، اساتذہ اور طلبہ ہوں، ایک خاص نظام اور حکمت عملی کے تحت مختلف علوم اور فنون کی درس و تدریس ہوتی ہو تو اس طرح کے مدرسہ کا وجود اسلام کے ابتدائی دور میں نہیں تھا بلکہ یہ تمام سرگرمیاں مساجد میں ہی انجام پاتی تھی، لیکن مرور زمانہ، حصول علم میں جدیدیت کے پہلو اور حصول علم کے شائقین میں جب اضافہ ہونے لگا تو مساجد سے مدارس کو الگ کیے جانے لگا، اس کی ایک بنیادی وجہ یہ بھی تھی کہ مساجد کا وجود تو خالصتاً اللہ تعالی کی عبادت کیلئے ہے، اور عبادت کیلئے سکون اور اطمینان کی فضاء ضروری ہے۔ 1

"مستقل مدرسہ کا وجود سب سے پہلے ایران کے شہر نیشاپور میں عمل میں آیا، وہاں کے علماء نے مدرسہ بیہقیہ کی بنیاد رکھی تھی، اس کے علاوہ اسی شہر میں ایک مدرسہ سلطان محمود غزنوی رحمہ اللہ نے قائم کیا اور ایک مدرسہ ان کے بھائی سبکتگین نے مدرسہ سعیدیہ کے نام سے قائم کیا، چوتھا مدرسہ امام ابن فورک رحمہ اللہ کا معرض وجود میں آیا"2

یہ ابتدائی چار مدرسے تھے جن کا وجود بحیثیت مستقل مدرسہ کے کرہ ارض پر ہوا، اس کے بعد مختلف ادوار میں مختلف علاقوں اور مختلف ممالک میں مدارس قائم کیے گئے، اور یہ سلسلہ تاہنوز قائم ہے جن میں ابتداء سے تاحال ہر دور میں ان گنت طلباء مختلف مذہبی علوم سے فیض یاب ہوئیں۔

مدارس کے قیام کے بنیادی مقاصد:

مدارس کے قیام کا مقصد لوگوں کی تربیت کرنا اور ان کو علوم نبوت سے روشناس کرانا ہے، یعنی کتاب اللہ، احادیث نبوی ﷺ اور ان سے ماخوذ علوم وفنون کی تعلیم، توضیح وتشریح اور دعوت وتبلیغ کے ساتھ ساتھ ایسے افراد پیدا کرنا جو کہ اس تسلسل کو جاری وقائم رکھ سکیں، نیز انسانوں کی دنیاوی زندگی کی رہنمائی کیلئے ایسی کوشش کرنا کہ ہر انسان جہنم سے بچ کر جنت میں جانے والا بن جائے۔3

مدارس کے نصاب کی درجہ بندی:

مملکت عزیز پاکستان کے دینی مدارس میں زیادہ تر مدارس وہ ہیں جہاں طلباء کو صرف ابتدائی مقصودی تعلیم دی جاتی ہے، ان مدارس میں پڑھائی جانے والی نصاب کی تفصیل یہ ہے کہ ابتداء میں طالب علم کو بنیادی ابتدائی قاعدہ پڑھایا جاتا ہے، اس کے بعد اسے قرآن مجید ناظرہ پڑھایا جاتا ہے، ناظرہ کی تکمیل کے بعد طالب علم کو مکمل قرآن مجید حفظ کرایا جاتا ہے، حفظ کا دورانیہ اوسطاً تین سال جبکہ ناظرہ ڈیڈھ سال اور قاعدہ ایک سال میں پڑھایا جاتا ہے، حفظ کی تکمیل کے بعد حافظ طالب علم کو گردان کرایا جاتا ہے، اس شعبہ میں طالب علم کو مکمل حفظ کی دہرائی کرائی جاتی ہے جس کا دورانیہ عموماً چھ ماہ سے ایک سال تک ہوتا ہے، گویا عموماً چھ سال کے دورانیہ میں طالب علم قاعدہ، ناظرہ، حفظ اور گردان کی تکمیل کرلیتا ہے۔4

حفظ کی تکمیل کے بعد طالب علم کے پاس مستقبل کے حوالے سے کوئی فیصلہ کرنے کیلئے درج ذیل (Options) ہوتے ہیں، ہر طالب علم اپنی ترجیحات کو دیکھتے ہوئے ان میں سے کوئی ایک راستہ اختیار کرتا ہے۔

(1) بعض طلباء اس تعلیم پر اکتفاء کرلیتے ہیں، اور مزید تعلیم حاصل کرنے کے بجائے ملازمت یا کاروبار شروع کرلیتے ہیں، اور اسی کو اپنے لئے باعث سعادت سمجھتے ہیں۔

(2) وہ طلباء جو مذہبی گرانے سے تعلق رکھتے ہیں ان کی اور ان کے اہل خانہ کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ طالب علم مذہبی اور دینی شعبہ (Religious Field) سے وابستہ رہے، اس لئے وہ اس قدر تعلیم کے حصول کے بعد کسی دینی شعبہ سے

وابستہ ہو جاتے ہیں، یعنی کسی دینی ادارے میں حفظ وناظرہ کی تدریس شروع کر لیتے ہیں یا کسی مسجد میں امامت ومؤذن کے فرائض انجام دیتے ہیں۔

مندرجہ بالا دونوں صورتوں میں حفظ قرآن مجید پر اکتفاء کرنا یا تو کسی مجبوری کی بناء پر ہوتا ہے، مثلاً معاشی مجبوری یا کوئی اور گھریلو مجبوری مزید تعلیم کے حصول میں رکاوٹ بن جاتی ہے، یا طالب علم کا شوق محدود ہوتا ہے، اور وہ صرف حفظ قرآن کو اپنے لئے کافی سمجھتا ہے۔

(3) بعض طلباء عصری علوم کے شوقین ہوتے ہیں، وہ حفظ قرآن مجید کی تکمیل کے بعد کسی اچھے اسکول سے میٹرک کر کے اعلی تعلیم کے حصول کیلئے کالج اور یونیورسٹی کا رخ کرتے ہیں، اور ڈاکٹریٹ، انجینئرنگ یا کسی دوسرے شعبہ (Field) میں تخصص (Specialization) کر لیتے ہیں۔

(4) بعض طلباء حفظ قرآن مجید کی تکمیل کے بعد اسی ماحول میں رہتے ہوئے اعلی تعلیم حاصل کرنے کو ترجیح دیتے ہیں، لہذا وہ کسی بڑے دار العلوم یا جامعہ میں داخلہ (Admission) لے لیتے ہیں اور باقاعدہ طور پر آٹھ سالہ درس نظامی کی تعلیم حاصل کر لیتے ہیں، جس کی تکمیل پر انہیں شہادۃ العالمیہ (Scholar) کی سند دی جاتی ہے، اس کے بعد معاشرے میں اسے عالم دین ، مولانا صاحب یا مولوی صاحب کے لقب سے پکارا جاتا ہے۔ درس نظامی کی تکمیل کے بعد اکثر فضلاء درس وتدریس یا کسی اور کام میں مصروف ہو جاتے ہیں جبکہ بعض فارغ التحصیل فضلاء کسی ایک شعبہ یعنی علوم قرآن مجید، علوم الحدیث یا فقہ وغیرہ میں تخصص (Specialization) کر لیتے ہیں جس کی تکمیل پر انہیں مفتی کی ڈگری تفویض کی جاتی ہے۔

مدارس کے نصاب کی مختصر تاریخ:

"مدارس کے نصاب کا مرکزی محور درس نظامی کا آٹھ سالہ نصاب ہے، برصغیر پاک وہند کے جتنے بھی مدارس ہیں، چاہے وہ کسی بھی مکتبہ فکر کے ہوں، ان میں زیادہ تر مدارس میں یہی نصاب رائج ہے، یہ نصاب درحقیقت مغل حکمران اورنگ زیب عالمگیر (متوفی 1707ء) کے دور میں ملا نظام الدین سہالوی (متوفی 1748ء) کا مرتب کردہ ماڈل ہے، اسی کی طرف نسبت کرتے ہوئے اس نصاب کو درس نظامی کہا جاتا ہے، اس نصاب کے ساتھ ارباب مدارس کا ایک جذباتی لگاؤ ہے۔"5

"برصغیر پاک وہند میں اسلامی حکومت کی بنیاد سلطان محمود غزنوی (متوفی 1030ء) نے ہی رکھی تھی، اس کے دور حکومت میں باقاعدہ طور پر دینی تعلیم کا ایک نصاب تشکیل پایا تھا جس میں مختلف منتخب دینی علوم وفنون یعنی تفسیر، حدیث، فقہ ، اصول فقہ، تصوف، کلام، عربی ادب، نحو اور منطق کے مضامین شامل تھے۔"6

اسکے بعد اکبر اعظم کے دور میں بڑی نمایاں اور قابل ذکر ترقیاں ہوئیں اور مدارس کے نصاب میں بڑی ہمہ گیری پیدا ہوئی، یعنی علم شہریت، حساب، طب، طبعیات، معاشیات، فلکیات اور موسیقی کو دینی مدارس کے نصاب میں شامل کیا گیا، تاہم جو

مقبولیت اور ترقی ملا نظام الدین سہالوی کے نصاب کو حاصل ہوئی اس درجے تک پہنچنے میں سابقہ کوئی نصابی ماڈل جگہ نہ بنا سکا، اس لئے تقریباً ڈھائی صدی گزرنے کے باوجود آج بھی پاکستانی مدارس کے نصاب کی بنیاد یہی درس نظامی کا نصاب ہے جو پاکستان کے بڑے اور چھوٹے مدارس میں کچھ ترمیم اور اضافے کے ساتھ بطور نصاب نافذ ہے۔

درس نظامی کے نصاب میں درج ذیل علوم وفنون کی کتابیں شامل ہیں۔

(1) علم تفسیر واصول تفسیر، (2) علم حدیث واصول حدیث، (3) علم فقہ واصول فقہ، (4) علم النحو، (5) علم الصرف، (6) علم فقہ واصول فقہ، (7) علم الکلام، (8) منطق، (9) فلسفہ، (10) علم بلاغت، (11) ریاضی۔

"درس نظامی کے نصاب پر اگر غور کیا جائے تو یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ ابتداء میں یہ نصاب گیارہ علوم اور فنون کے کل 43 کتابوں پر مشتمل تھا، اس نصاب میں معقولات کی کتابوں کی تعداد 20 تھی، جن میں سے منطق کی آٹھ، حکمت کی تین، کلام کی چار اور ریاضی کی پانچ کتابیں شامل تھیں، گویا کہ نصاب کا تقریباً نصف حصہ علوم عقلیہ پر مشتمل تھا، اس کے بعد علوم لسانیات کا درجہ تھا جس میں چودہ کتابیں شامل تھیں، اس میں سے علم الصرف کی سات، علم نحو کی پانچ اور علم بلاغت کی دو کتابیں شامل تھیں، علوم عالیہ یعنی خالص دینی مضامین کی نو کتابیں تھیں، جن میں سے فقہ پر دو (وہ بھی پوری نہیں پڑھائی جاتی تھی)، اصول فقہ پر چار، تفسیر پر دو اور حدیث کے موضوع پر ایک کتاب شامل تھی۔"7

1865ء میں جب مولانا محمد قاسم نانوتوی اور مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہا اللہ نے دارالعلوم دیوبند کے نام سے ایک نئی درس گاہ قائم کی تو اسی درس نظامی کے نصاب کو درس وتدریس کیلئے منتخب فرمایا تاہم ان حضرات نے بعینہ اس نصاب کو برقرار نہیں رکھا بلکہ وقت کی ضروریات کو بھی مد نظر رکھا اور اس میں جو کچھ مناسب سمجھا، ترمیم اور اضافہ کیا۔ مثلاً اس نصاب میں حدیث کی ایک ہی کتاب مشکوۃ المصابیح شامل تھی، دارالعلوم دیوبند کے اکابرین نے اس کے ساتھ ساتھ صحاح ستہ کو بھی نصاب میں شامل فرمایا اور کسی حد تک طریقہ تدریس کو بھی سابقہ ادوار سے مختلف رکھا، دارالعلوم دیوبند کے نقش قدم پر چلتے ہوئے نصاب کا یہی سلسلہ براعظم ایشیاء کے لاتناہی دینی مدارس میں بھی منتخب ہوا اور مختلف ادوار میں وقت کی ضروریات اور حالات کے تقاضوں کے مطابق اس نصاب میں جزوی طور پر کچھ ترامیم اور اضافہ ہوا، آج بھی یہ نصاب برصغیر پاک وہند کے اکثر مدارس میں پڑھایا جاتا ہے تاہم اس نصاب میں ابتدائی دور کے مقابلے میں کتابوں کی تعداد میں کافی حد تک اضافہ ہو چکا ہے، مدارس کے موجودہ نصاب کی تفصیل وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے ویب سائٹ پر ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔8

مدارس کا نصاب اور اس کے متعلق مختلف نظریات کا تحقیقی جائزہ:

پاکستان کے دینی مدارس کا نصاب (درس نظامی) ہر دور میں مقتدر حلقوں کے مابین موضوع بحث رہا ہے، خاص طور پر موجودہ دور میں اس موضوع پر بحث ومباحثہ کا اس قدر ایک وسیع میدان ہے کہ صرف خواص ہی نہیں بلکہ عوام الناس میں سے

بھی تقریباً ہر دوسرا شخص اس موضوع پر ایک مستقل رائے رکھتا ہے، اور اس کی بڑی خواہش ہوتی ہے کہ اسکی مرضی کے مطابق دینی مدارس کے نصاب میں تبدیلی کی جائے اور جیساوہ چاہے اسی طرح اس نصاب کو ڈیزائن کیا جاسکے، اگرچہ ان میں سے اکثریت ایسے افراد کی ہے جو نہ مدارس کے نظام سے واقف ہیں، نہ اس نصاب کی حقیقت سے واقف ہیں، اور نہ ہی ان کو کبھی اس نصاب سے واسطہ پڑا ہے، اسی طرح ایسے افراد کی بھی اس دور میں کوئی کمی نہیں جو کہ اس نصاب میں ذرہ بھر تبدیلی کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کیلئے تیار نہیں بلکہ اس موضوع پر کوئی بات سننے کیلئے بھی تیار نہیں، باوجود یہ کہ مختلف ادوار میں مذہبی علوم کے مقتدر اور پیشوا حضرات میں سے بھی بعض یہ رائے رکھتے تھے کہ وقت کی ضروریات اور تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے اس نصاب میں ایک حد تک تبدیلی کی گنجائش ہے، اس طرح اس نصاب سے متعلق مختلف ادوار میں مختلف نظریات سامنے آئے ہیں، تاہم اگر ان تمام نظریات کا تجزیہ کیا جائے تو یہ تمام آراء درج ذیل چار نظریات میں ضم ہوتے ہوئے نظر آتے ہیں:

پہلا نظریہ:

ایک فریق کی رائے یہ ہے کہ مدارس کا موجودہ نصاب بالکل فرسودہ اور پرانا ہے، یہ نصاب ہماری علمی اور دینی ضرورتوں کیلئے بالکل بے حاصل ہے۔ یہ نصاب اس دور کی پیداوار ہے جب ہم علم کے اصل ماخذوں سے بالکل بے تعلق ہو چکے تھے۔[9] اس رائے سے مقصود یہ ہے کہ دینی مدارس میں رائج اس نصاب کو تبدیل کر کے عصر حاضر کی ضرورتوں اور تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے از سر نو نئے نصاب کی تشکیل ضروری ہے تاکہ وہ نصاب ہماری دینی اور دنیاوی ضرورتوں کو پورا کر سکے۔

حاملین نظریہ:

اس نظریہ کے قائلین بعض مستشرقین، جاوید احمد غامدی، مظفر حسین غزالی، ان کے متبعین اور سیکولر ذہنیت کے حاملین ہیں، ان حضرات کی رائے یہ ہے کہ مدارس کا موجودہ نصاب بالکل فرسودہ اور پرانا ہے، یہ اس دور کے حساب سے بنایا گیا تھا جس دور (آج سے ڈھائی صدی قبل) میں ملا نظام الدین سہالوی نے اس نصاب کا ماڈل تیار کیا تھا، موجودہ زمانے میں اس نصاب کو تبدیل کر کے از سر نو نیا نصاب تشکیل کرنا ضروری ہے، ان حضرات کے نزدیک اس نصاب میں درج ذیل بنیادی اور اہم خامیاں پائی جاتی ہیں۔

1۔ دنیا کا کوئی تعلیمی نصاب ایسا نہیں ہے جس میں مرور ایام کے لحاظ سے تبدیلی کا عمل جاری نہ ہو، صرف دینی مدارس ایسے ہیں جن میں تقریباً دو صدیوں سے ایک ہی نصاب پڑھایا جا رہا ہے۔

2۔ مدارس کا نصاب بالکل فرسودہ ہے، اس نصاب میں آج بھی ایسی چیزیں موجود ہیں جن کا وجود بہت پہلے ختم ہو چکا ہے، یعنی مدارس میں تاحال غلاموں اور باندیوں کی مثالیں دی جاتی ہیں اور اس موضوع پر نصاب کا ایک طویل حصہ مشتمل ہے۔

3۔ مدارس نے تعلیم جیسے عظیم ورثے کو دین اور دنیا کے دو خانوں میں بانٹ دیا ہے، اسی وجہ سے مدارس میں پڑھائے جانے والے علوم کو دینی علوم، جبکہ عصری جامعات میں پڑھائے جانے والے علوم کو دنیاوی علوم سے تعبیر کیا گیا ہے۔

4۔ مدارس میں زیادہ تر صرف فقہ حنفی کی تعلیم دی جاتی ہے، اسی طرح ہر مدرسہ کسی خاص مسلک کی نمائندگی کرتا ہے جس کی وجہ سے فرقہ بندی کا ناسور ملک وملت کے باسیوں میں جاری وساری ہے، ہر جگہ اختلافی مسائل بیان کیے جاتے ہیں، جن کی وجہ سے مدارس میں اختلاف ہمیشہ اتفاق پر بھاری رہتا ہے۔

5۔ دین میں جو حیثیت قرآن مجید کو حاصل ہے وہ حیثیت ان مدارس میں اسے کبھی حاصل نہ ہو سکی، ہر صاحب علم اس حقیقت سے واقف ہے کہ پہلے مرحلے میں مدارس کے طلباء صرف حفظ اور قراءت کیلئے اس کی طرف رجوع کرتے ہیں، اور آخری مرحلے میں جلالین اور بیضاوی کے صفحات میں اس کی کچھ زیارت کر لیتے ہیں، اس سے زیادہ کوئی مقام قرآن مجید کو ان مدارس میں کبھی نہیں دیا گیا۔"[10]

6۔ حدیث اگرچہ مدارس کے نصاب میں داخل ہے لیکن اس کیلئے دورہ حدیث کا جو طریقہ اختیار کیا گیا ہے اس سے تدبر حدیث کا کوئی ذوق پڑھنے اور پڑھانے والوں میں کبھی پیدا نہیں ہو سکتا۔[11]

اشکالات کا تحقیقی تجزیہ:

ان حضرات کا یہ کہنا کہ دنیا میں کوئی بھی تعلیمی نظام یا نصاب ایسا نہیں جس میں ضرورت زمانہ اور وقت کے لحاظ سے تبدیلی کا عمل جاری نہ ہو تو اس دعوی میں یہ حق بجانب ہیں اور واقعۃ ہر تعلیمی نظام میں وقت کے تقاضوں اور حالات کی ضروریات کے مطابق تبدیلی ضروری ہے، تاہم ان حضرات کا یہ کہنا درست نہیں کہ دینی مدارس کے نصاب میں دو صدیوں سے بالکل کوئی تبدیلی نہیں ہوئی ہے، اس لئے کہ درس نظامی کی تدوین کے ابتدائی ایام میں جو کتابیں اس نصاب میں شامل تھی اس دور سے لیکر موجودہ دور تک اس نصاب میں کافی اضافہ اور ترمیم ہو چکا ہے، اور بقول عمار خان ناصر:

"درس نظامی کے نصاب میں تبدیلی کے خلاف عام طور پر بنیادی استدلال اس نصاب کی تاریخی اہمیت اور افادیت سے کیا گیا ، تاہم ترمیم واضافہ اور اصلاح کے حق میں اٹھائی جانے والی آوازوں میں بھی کئی نامور اہل علم کی آوازیں شامل تھیں جن کا اپنا وزن تھا، چنانچہ مخالفت کے باوجود بالفعل اس سمت میں دھیمی رفتار سے سہی، پیش رفت ہوتی رہی اور وقت گزرنے کے ساتھ مختلف حلقوں نے اس میں بہ تدریج کئی قسم کی تبدیلیاں قبول کر لیں، اضافہ جات اور ترامیم کے کئی مراحل گزرنے کے بعد آج یہ نصاب جس صورت میں پاکستان کے دینی مدارس میں رائج ہے، اسے محض ایک تاریخی نسبت کے حوالے

سے ہی درس نظامی کہا جاسکتا ہے، ورنہ اپنے بنیادی خدوخال، ترجیحات اور مندرجات کے اعتبار سے اس نصاب کی ہیئت اور شکل وصورت کم وبیش 80 فیصد تبدیل ہوچکی ہے۔"[12]

اس اضافہ اور ترمیم کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ ابتداء میں اس نصاب میں حدیث شریف کی صرف ایک کتاب مشکوۃ المصابیح شامل تھی جب کہ بعد کے ادوار میں نصاب میں حدیث شریف کی چھ مستند ترین کتابیں جو کہ صحاح ستہ کے نام سے موسوم ہیں، شامل کی گئیں، اور گزشتہ کچھ سالوں کے دوران حدیث کی دوسری مستند ترین کتابیں یعنی موطاامام مالک، موطاامام محمد اور طحاوی شریف بھی مدارس کے نصاب میں شامل کی گئی ہیں، نیز اس کے علاوہ ایک بات جو کہ قابل غور ہے وہ یہ ہے کہ مدارس کے نصاب کا ایک وافر حصہ قرآن مجید، علوم القرآن، احادیث نبویہ ﷺ اور مختلف علوم حدیث پر مشتمل ہے، اور یہ ایسے علوم ہیں جو کہ دو صدیوں کے بجائے اگرچہ ساڑھے چودہ سو سال قدیم ہی صحیح، لیکن ان میں تبدیلی کا ایک مسلمان سوچ بھی نہیں سکتا، کیونکہ یہی وہ مقصودی، حقیقی اور اصلی علوم ہیں جن کی پشت پر دارین کی کامیابی کا راز مضمر ہے۔

جہاں تک یہ اعتراض کہ مدارس کا نصاب نہایت فرسودہ ہے، اور اس میں ایسی چیزیں بھی موجود ہیں جن کا وجود بہت پہلے ختم ہوچکا ہے تو یہ بات غلاموں اور باندیوں کے تفصیلی مباحث اور بعض علوم عقلیہ کی حد تک تو کہی جاسکتی ہے اور تسلیم کی جاسکتی ہے، لیکن ان کچھ جزئیات کا سہارا لیکر پورے نصاب کے متعلق یہ کہنا کہ دینی مدارس کا نصاب فرسودہ ہے جیسا کہ جاوید احمد غامدی کے بقول: "ان مدارس کے نظام میں تیسری بڑی خرابی یہ ہے کہ ان کا نصاب نہایت فرسودہ اور ہماری علمی اور دینی ضرورتوں کیلئے بالکل بے حاصل ہے۔"[13]

انتہائی خطرناک بات ہے، اس لئے کہ مدارس کے نصاب کا ایک وافر حصہ قرآن مجید، علوم القرآن، احادیث نبویہ ﷺ اور مختلف علوم حدیث پر مشتمل ہے، اس کے علاوہ علم فقہ میں بھی ان گنت مسائل کے اثبات کیلئے قرآن مجید اور احادیث مبارکہ سے استدلال کیا جاتا ہے، اس لئے اگر اعتدال کی نظر سے دیکھا جائے تو نہ اس نصاب کو فرسودہ کہا جاسکتا ہے اور نہ ہی اس کو علمی اور دینی ضرورتوں کیلئے بے حاصل کہا جاسکتا ہے، بلکہ اس نصاب کے موافقین کے ساتھ ساتھ اس نصاب کے مخالفین کی ایک بڑی جماعت بھی یہ بات تسلیم کرنے اور کہنے پر مجبور ہے کہ اس نصاب کی افادیت مسلم ہے۔

جہاں تک یہ کہنا کہ مدارس نے تعلیم جیسے عظیم ورثے کو دین اور دنیا کے دو خانوں میں بانٹ دیا ہے، صرف حقیقت سے سرف نظر اور دعوی بلا دلیل ہے، تاریخ شاہد ہے کہ ہندوستان میں انگریز کے لائے ہوئے نظام تعلیم سے پہلے صدیوں تک مسلمانوں کے نظام تعلیم میں مدرسہ اور اسکول کی کوئی تفریق نہیں تھی، وہاں پر شروع سے لیکر انگریز کے زمانے تک مسلسل یہ صورت حال رہی کہ مدارس اور جامعات میں بیک وقت دینی اور عصری تعلیم دی جاتی تھی، لیکن جب انگریزوں نے آکر ایک ایسا نصاب ڈیزائن کیا جس سے دینی علوم کو بالکلیہ خارج کردیا گیا تو پھر علماء کرام نے مجبوراً دین کے

تحفظ کیلئے ایک ایسا نظام تعلیم اور نصاب مرتب کیا جو کہ نہ صرف فرض عین کی حد تک مذہبی علوم پر محیط تھا بلکہ اس میں فرض کفایہ کی حد تک دینی علوم کو بھی شامل کیا گیا، اسی سے متعلق شیخ الاسلام حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب نے فرمایا کہ:

" تفریق یہاں سے پیدا ہوئی کہ انگریزوں نے آ کر باقاعدہ سازش کے تحت ایک ایسا نظام تعلیم جاری کیا جس سے دین کو بالکلیہ نکال دیا گیا، اس وقت ہمارے اکابرین مجبور ہوئے کہ وہ مسلمانوں کے دین کا تحفظ کریں، اس مقصد کیلئے انہوں نے دارالعلوم دیوبند قائم کیا، جس نے الحمدللہ وہ خدمات انجام دیں جس کی تاریخ میں نظیر ملنا مشکل ہے، لیکن یہ ایک مجبوری تھی، اصل حقیقت وہ تھی جو جامعۃ القرویین مراکش میں تھی، جو جامعہ زیتونہ میں تھی، اور جو جامعہ الازہر کے ابتدائی دور میں تھی۔ اگر پاکستان صحیح معنوں میں اسلامی ریاست بنتا اور اس کے اندر اسلامی احکام کا نفاذ ہوتا تو پھر اس صورت میں بقول حضرت والد ماجد مفتی شفیع رحمہ اللہ کہ نہ تو ہمیں علیگڑھ کی ضرورت ہے، نہ ندوہ کی ضرورت ہے اور نہ ہی دارالعلوم دیوبند کی ضرورت ہے، ہمیں جامعہ القرویین کی ضرورت ہے، جامعہ زیتونہ کی ضرورت ہے، اور ایسی یونیورسٹی کی ضرورت ہے جس میں سارے علوم اکھٹے پڑھائے جائیں، سب دین کے رنگ میں رنگے ہوئے ہوں، چاہے وہ انجنئیر ہو، چاہے ڈاکٹر ہو، یا کسی بھی شعبہ زندگی سے وابستہ ہو، اور وہ دین کے رنگ میں رنگا ہوا ہو۔"[14]

جہاں تک مدارس کے نصاب کو بنیاد بنا کر یہ کہنا کہ مدارس میں فرقہ بندی کا ناسور پایا جاتا ہے اور اس میں صرف فقہ حنفی کی کتابیں پڑھائی جاتی ہے تو یہ دعوی بھی انتہائی کمزور ہے، اس لئے کہ درس نظامی کے موجد علامہ نظام الدین سہیالوی اگرچہ حنفی مسلک کے متبعین میں سے تھے لیکن اعتدال کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے نہ صرف یہ کہ چاروں فقہی مسالک سے تعلق رکھنے والے حضرات کی تصانیف کو اس نصاب میں جگہ دی ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ شیعہ مسلک سے تعلق رکھنے والے حضرات کی کتابوں کو بھی اس نصاب میں شامل کیا ہے، جس کی تفصیل "درس نظامی کے نصاب اور اصول نصاب سازی کا جائزہ" کے عنوان سے پبلش شدہ ریسرچ آرٹیکل میں دستیاب ہے[15]، اسی وجہ سے ندوۃ العلماء ہند کے بانی اور مشہور مصنف شبلی نعمانی رحمہ اللہ رقمطراز ہے کہ:

"اس نصاب کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ نصاب کے فضلاء میں ظاہر پرستی، سختی اور مسلکی بے جا تعصب پیدا نہیں ہوتا تھا، یہی وجہ ہے کہ ملا نظام الدین کا مدرسہ فرنگی محل لکھنؤ میں واقع تھا اور آبادی کے تناسب کی بنیاد پر شیعہ سنی جھگڑا سب سے زیادہ لکھنؤ میں پیدا ہو سکتا تھا لیکن ایسا نہیں ہوا، اسی طرح یہ بھی حقیقت ہے کہ مدرسہ فرنگی محل سے بڑے بڑے علماء پیدا ہوئے لیکن ان میں سے کسی نے مذہبی مناظرات کی کتاب نہیں لکھی۔"[16]

مذکورہ دعوی کے بطلان پر ایک دلیل یہ بھی ہے کہ درس نظامی کا نصاب ایک ایسا معتدل نصاب ہے جو عصر حاضر میں تمام مکاتب فکر کے مدارس کے نصاب میں کچھ کمی اور کچھ اضافہ کے ساتھ شامل ہے، اب اگر یہ نصاب خدانخواستہ فرقہ واریت پھیلانے کا سبب بنتا تو تمام مکاتب فکر کے علماء اس کو اپنے مدارس کے نصاب میں شامل نہ کرتے۔

جہاں تک دینی مدارس کے نصاب تعلیم پر یہ اعتراض کرنا کہ: "دین میں جو حیثیت قرآن مجید کو حاصل ہے وہ حیثیت ان مدارس میں اسے کبھی حاصل نہ ہو سکی، ہر صاحب علم اس حقیقت سے واقف ہے کہ پہلے مرحلے میں مدارس کے طلباء صرف حفظ اور قراءت کیلئے اس کی طرف رجوع کرتے ہیں، اور آخری مرحلے میں جلالین اور بیضاوی کے صفحات میں اس کی کچھ زیارت کر لیتے ہیں، اس سے زیادہ کوئی مقام قرآن مجید کو ان مدارس میں کبھی نہیں دیا گیا۔"

یہ اعتراض بھی درحقیقت دینی مدارس کے نصاب سے ناواقفیت پر مبنی ہے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ مدارس کے نظام تعلیم میں جلالین شریف درس نظامی کے چھٹے سال (عالیہ دوم) اور اور بیضاوی شریف ساتویں سال (عالمیہ اول) کے نصاب میں پڑھایا جاتا ہے، گویا کہ جلالین شریف سے پہلے مدارس میں پانچ سالہ نصاب پڑھایا جاتا ہے، معترضین کے نزدیک ان پانچ سالہ دور میں قرآن مجید کی طرف بالکل رجوع نہیں کیا جاتا، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ مدارس میں دوسرے سال (درجہ ثانیہ) میں پارہ عم کا ترجمہ اور تفسیر پڑھائی جاتی ہے، جبکہ تیسرے سال (درجہ ثالثہ) میں پارہ اکیس تا پارہ انتیس، یعنی کل نو پاروں کا ترجمہ اور تفسیر پورے سال کے دورانیہ میں انتہائی تفصیل کے ساتھ پڑھائی جاتی ہے، اسی طرح چوتھے سال (درجہ رابعہ) میں قرآن مجید کے درمیانی دس پاروں اور پانچویں سال (درجہ خامسہ) میں ابتدائی دس پاروں کا ترجمہ اور تفسیر طلباء کو انتہائی تفصیل کے ساتھ پڑھائی جاتی ہے، گویا اس لیول تک پہنچ کر طلباء مکمل قرآن مجید ترجمہ اور تشریح کے ساتھ سمجھ کر پڑھ لیتے ہیں، اس کے بعد درجہ سادسہ میں طلباء کو تفسیر جلالین مکمل پڑھائی جاتی ہے، اس تفسیر کی تدریس کیلئے یہ طریقہ کار رائج ہے کہ ایک معلم ابتدائی پندرہ پاروں کی تفسیر جبکہ دوسرا معلم آخری پندرہ پاروں کی تفسیر طلباء کو درساً پڑھاتے ہیں، اور مشکل الفاظ کی تشریح بھی کراتے ہیں، لہذا اس لیول پر پہنچ کر طالب علم قرآن مجید کا ترجمہ اور تفسیر اردو اور عربی دونوں زبانوں میں مکمل کر لیتا ہے اور اس کی استعداد میں بھی کافی اضافہ ہو جاتا ہے، اس کے بعد درجہ سابعہ میں بیضاوی شریف کے پہلے پارے کی جز اول کی تفسیر صرف اس مقصد کیلئے پڑھائی جاتی ہے کہ طلباء اس تفسیر کا اسلوب اور انداز سمجھ سکیں۔

حدیث شریف کے نصاب سے متعلق یہ اعتراض کہ حدیث اگرچہ مدارس کے نصاب میں داخل ہے لیکن اس کیلئے دورہ حدیث کا جو طریقہ اختیار کیا گیا ہے اس سے تدبر حدیث کا کوئی ذوق پڑھنے اور پڑھانے والوں میں کبھی پیدا نہیں ہو سکا۔ یہ اعتراض بھی کچھ وزنی نہیں ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ مدارس میں حدیث شریف کی تدریس کیلئے صرف دورہ حدیث کا سال مختص نہیں، بلکہ اس سے پہلے درجہ ثانیہ میں زاد الطالبین، درجہ رابعہ میں ریاض الصالحین اور درجہ سادسہ میں

مسند امام اعظم درساً پڑھائی جاتی ہے، اس کے بعد درجہ سابعہ میں مشکوۃ شریف مکمل انتہائی تفصیل کے ساتھ پڑھائی جاتی ہے جس کے ضمن میں تمام موضوعات سے متعلق احادیث پر بحث ہوتی ہے، حدیث کی یہ مختلف کتابیں پڑھنے کے بعد عالمیہ سال دوم میں حدیث کی جو کتابیں درساً پڑھائی جاتی ہیں وہاں پر بھی صرف رسماً کاروائی نہیں ہوتی بلکہ حضرات اساتذہ کرام نے آپس میں موضوعات تقسیم کیے ہوتے ہیں کہ مثلاً فلاں موضوع پر فلاں استاد اپنے پیریڈ میں تفصیل کے ساتھ بحث کرینگے، اسی طرح ہر استاد حدیث دوران اسباق اپنے منتخب شدہ موضوع پر تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالتے ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ دینی مدارس کے نصاب میں قرآن مجید اور احادیث نبوی ﷺ پر کافی مفصل روشنی ڈالی جاتی ہے۔

دوسرا نظریہ:

دوسرا نظریہ مدارس سے تعلق رکھنے والے بعض اہل علم حضرات کا ہے، ان کی رائے یہ ہے کہ مدارس کا موجودہ نصاب بالکل درست ہے اور اس میں کسی بھی قسم کی تبدیلی کی کوئی گنجائش نہیں، لہذا یہ نصاب جس طرح ابتداء سے چلا آرہا ہے اسی طرح اس کو جاری رکھا جائے اور اس میں کسی بھی فن یا موضوع کو نہ چھیڑا جائے۔ اس نظریہ سے متعلق مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب رقمطراز ہے کہ:

"مگر ان ساری خوبیوں کے باوجود ایک کمی یہ ہے کہ بعض لوگوں نے نصاب تعلیم کے ہر جز کو ناقابل تبدیل سمجھ لیا، حالانکہ ایسا نہیں ہے، یقیناً قرآن وحدیث میں ایک نقطہ کی تبدیلی بھی ناقابل قبول ہے۔۔۔۔ لیکن دوسرے علوم سے متعلق جو کتابیں پڑھائی جاتی ہیں ان میں نئے تجربات سے فائدہ اٹھانے کی ضرورت ہے۔[17]

مذکورہ نظریہ کا حقیقی تجزیہ:

اس نظریہ پر اگر غور کیا جائے تو یہ بھی خالصتاً مبالغہ آرائی اور اس نصاب کے ساتھ جذباتی لگاؤ پر مبنی ہے، اس نظریہ کی بنیاد دراصل اس زاویے پر ہے کہ یہ بزرگوں کا مرتب کردہ نصاب ہے اور اسکی تاریخی اہمیت اور افادیت ہر دور میں مسلم رہی ہے، اگرچہ یہ دونوں باتیں واقعتاً اپنی جگہ وزنی ہیں لیکن اس حقیقت سے بھی سرف نظر نہیں کیا جاسکتا کہ عصر حاضر کے تقاضوں اور ضروریات کے لحاظ سے اس نصاب میں ایک حد تک تبدیلی کی گنجائش ضرور ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ جس دور میں یہ نصابی ماڈل تیار کیا گیا تھا وہ فقہ اور معقولات کی تعلیم کا دور دورہ تھا، اس نصاب کو بعد میں جب دارالعلوم دیوبند کے اکابرین نے اپنے ہاں رائج کیا تو انہوں نے انگریز کے لائے ہوئے نظام کے تقابل اور اس خطرہ کے پیش نظر کہ کہی فرض لازم کی حد تک بھی دینی علوم کو صفحہ ہستی سے نہ مٹایا جائے اس نصاب کو سابقہ حالت پر کچھ جزوی اضافہ اور ترمیم کے ساتھ جاری وساری رکھا، لیکن آج کل کے حالات اس تناظر سے بالکل مختلف ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ آج معقولات کی تعلیم کے بجائے جدید علوم یعنی انگریزی، ریاضی، فلکیات اور طبعیات کا دور ہے اور وقت کی ضرورت بھی

ہے، نیز درس نظامی کی تکمیل کے بعد ایک عالم دین کی ذمہ داریوں میں سے ایک اہم ذمہ داری یہ ہوتی ہے کہ وہ مذہبی علوم کو معاشرے میں عام کرے اور غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت دے، اور ظاہر ہے کہ اگر فاضلین نصاب کو انگریزی کے تکلم اور افہام پر قدرت نہ ہو تو یہ مقصد کب پورا ہو سکتا ہے، نیز اب دینی مدارس کا وجود اور ان میں پڑھائے جانے والے علوم اتنے عام ہو چکے ہیں کہ بفضل تعالی ان علوم کو صفحہ ہستی سے مٹانے کا باطل خواب اب کبھی بھی شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا، لہذا جب یہ دونوں احتمالات ختم ہو گئے تو اب وقت اور زمانے کی ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے اس نصاب میں کوئی ایسی ترمیم یا اضافہ کیا جائے کہ علوم مقصودہ یعنی علوم القرآن اور علوم الحدیث کی کتابیں تو وہی حضرات اکابرین رحمہم اللہ کے دور کی ہی شامل نصاب رہیں، اور وہ علوم جن کا اس دور میں رواج ختم ہو چکا ہے یا کم ہو چکا ہے ان کی جگہ دور جدید کی ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے نصاب میں کچھ ترمیم اور اضافہ کیا جائے، اسی ضرورت کو حضرات اکابرین نے بھی اپنے ادوار میں شدت سے محسوس کیا تھا، حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے ایک موقعہ پر فرمایا تھا کہ:

"یہ میری بہت پرانی رائے ہے اور اب تو رائے دینے سے بھی طبیعت افسردہ ہو گئی، اس لئے کہ کوئی عمل نہیں کرتا، وہ رائے یہ ہے کہ تعزیرات ہند کے قوانین اور ڈاکخانہ اور ریلوے کے قواعد بھی مدارس اسلامیہ کے درس میں داخل ہونے چاہئیں، یہ بہت پرانی رائے ہے مگر کوئی مانتا اور سنتا ہی نہیں۔[18]

حضرت کے اس جملے سے جو بات سمجھ آتی ہے وہ یہ کہ دینی مدارس کے نصاب میں وقت کی ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے ترمیم اور اضافے کا احساس بہت پرانا ہے، حضرت رحمہ اللہ کے علاوہ دوسرے حضرات اکابرین بھی اس ضرورت کا اظہار مختلف اوقات میں کر چکے ہیں، نیز حضرت کا مذکورہ فرمان ان کے دور کی ضروریات کے تناظر میں تھا، جس کا یہ مطلب ہے کہ ہر دور کی ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے نصاب سازی ایک لازم امر ہے۔

تیسرا نظریہ:

تیسرا نظریہ یہ ہے کہ مدارس کا موجودہ نصاب درست اور مفید ہے، تاہم اس نصاب میں اگر دور جدید کے تقاضوں کے مطابق کچھ علوم شامل کیے جائیں اور کچھ ایسی چیزیں اس نصاب سے خارج کی جائیں جو کہ موجودہ زمانے میں معدوم ہیں تو یہ نصاب پہلے سے زیادہ مفید ہو جائے گا، نیز اس طریقہ کار سے یہ نصاب مزید جامع ہو جائے گا جس کی وجہ سے لوگ بہتر طریقے سے اس نصاب سے استفادہ کر سکیں گے۔[19]

مذکورہ نظریہ کا تحقیقی تجزیہ:

یہ نظریہ انتہائی اعتدال اور حقیقت پسندی پر مبنی ہے، اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اس نصاب میں اصل مضامین قرآن مجید، حدیث شریف اور ان سے متعلقہ علوم ہیں، اور ظاہر ہے کہ قرآن مجید اور احادیث نبوی ﷺ میں تبدیلی کا

کوئی مسلمان سوچ بھی نہیں سکتا، لہذا قرآن مجید اور احادیث نبوی ﷺ کی درس وتدریس کیلئے تو وہی کتابیں جاری وساری رکھی جائیں جو کہ گزشتہ سینکڑوں سالوں سے جاری ہیں، تاہم اگر درج ذیل ترامیم اس نصاب میں کی جائیں تو یہ نصاب تمام پہلو پر محیط ہونے کے ساتھ وقت کی ضروریات اور تقاضوں سے بھی ہم آہنگ ہو جائے گا۔

1۔اس نصاب میں فقہ حنفی کے ساتھ ساتھ بقیہ فقہی مذاہب کی کتابیں بھی شامل کی جائیں، تاکہ ایک عالم دین کو تمام فقہی مذاہب کے اصول اور فروع سے متعلق آگاہی حاصل ہو سکے۔

2۔اس نصاب میں بعض کتب ایسی ہیں کہ جن کی عبارات کافی مغلق اور پیچیدہ ہیں، مثلاً کافیہ اور شرح تہذیب وغیرہ، طالب علم کا زیادہ تر وقت نفس مسئلہ کو سمجھنے کے بجائے ان مغلق عبارات کو حل کرنے میں لگ جاتا ہے، اگر ان جیسی کتب کے بجائے اسی فن پر موجودہ زمانے کے اعتبار سے ایسی کتابیں شامل کی جائیں جو کہ عام فہم ہوں اور ان کی عبارت سہل ہوں تو زیادہ تر وقت مقصودی کام پر سرف ہو گا۔

3۔نصاب میں بعض جگہ غیر ضروری تکرار پایا جاتا ہے، مثلاً جو موضوعات کافیہ میں پڑھائی جاتی ہیں وہی اگلے سال شرح جامی میں بھی پڑھائی جاتی ہیں، لہذا اگر غیر ضروری تکرار ختم کر کے اس کی جگہ کوئی نئی چیز نصاب میں شامل کی جائے تو زیادہ مفید اور بہتر ہو گا۔

4۔نصاب میں ایک مضمون حضرات محدثین، فقہائے کرام اور جلیل القدر اکابرین کے سوانح حیات سے متعلق بھی شامل کیا جائے تاکہ طالب علم کو اپنے اکابر سے متعلق آگاہی حاصل ہو سکے، بعض اوقات یہ صورتحال بھی سامنے آتی ہے کہ طالب علم کو درسی کتاب کے مصنف کا نام بھی یاد نہیں ہوتا، چہ جائیکہ وہ کتاب کی وجہ تالیف، اور اس کے مصنف سے متعلق دوسری ضروری معلومات سے باخبر ہو۔

5۔بعض وہ ابحاث جو کہ موجودہ دور میں نادر الوجود ہیں ان کو یا تو نصاب سے بالکل ختم کی جائیں یا کم از کم اس حد تک محدود کی جائیں کہ ان سے متعلق صرف مختصر خاکہ ذہن میں آجائے، جیسا کہ غلام اور باندیوں کے مسائل اس زمرے میں آتے ہیں۔

6۔منطق اور فلسفہ جیسے علوم کی بعض کتابوں کو نصاب سے حذف کر کے ان کی جگہ انگریزی، حساب اور کمپیوٹر جیسے جدید علوم پر مشتمل کچھ کتابیں شامل کی جائے، یعنی قرآن مجید اور احادیث مبارکہ ﷺ کی بالادستی میں وقت کے تقاضوں کی رعایت کرتے ہوئے نصاب میں بعض علوم اور فنون کا اضافہ کر لیا جائے، تاہم مدارس کے نصاب میں اس نوعیت کی کوئی تبدیلی نہ کی جائے جس سے اصل مقصود ہی فوت ہو جائے۔

چوتھا نظریہ:

چوتھا نظریہ یہ ہے کہ وطن عزیز میں یکساں نصاب نافذ کیا جائے، تمام مدارس اور جامعات کو اس بات کا پابند بنایا جائے کہ وہ اسی نصاب کے مطابق طلباء کو تعلیم دیں، دلچسپ بات یہ ہے کہ اس نظریہ کے قائلین اہل مدارس میں بھی ہیں ،اور عصری علوم کے حاملین میں بھی ہیں، اس کے علاوہ مملکت عزیز پر اقتدار میں آنے والے ہر حکمران کی بھی یہی خواہش ہوتی ہے۔ سابق وزیر اعظم پاکستان جناب عمران خان صاحب نے اس نظریہ پر باقاعدہ طور پر کام کا آغاز کیا تھا، اور موجودہ دور حکومت میں بھی اس پر کام جاری ہے۔

مذکورہ نظریہ کا تحقیقی تجزیہ:

اگر اس نظریہ پر غور کیا جائے تو اس میں دورائے نہیں ہوسکتی کہ یہ ایک انتہائی مفید، خوش نما اور ملک وملت کے باسیوں کے حق میں ایک مفید نظریہ ہے، انگریز کے لائے ہوئے موجودہ نظام تعلیم سے پہلے دینی مدارس اور عصری جامعات میں اسی نظریہ کے مطابق یکساں نصاب رائج تھا، بقول شیخ الاسلام مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب کہ:

"ان مدارس کا نظام یہ تھا کہ ان میں فرض عین کی تعلیم بلا امتیاز ہر شخص کو دی جاتی تھی، ہر مسلمان شخص اس کو حاصل کرتا تھا، البتہ جس کو علم دین میں اختصاص حاصل کرنا ہو، اس کیلئے الگ مواقع تھے اور جو عصری علوم میں اختصاص حاصل کرنا چاہتا اس کیلئے الگ مواقع تھے، اس دور کے فضلاء میں آپ یہ بھی دیکھیں گے کہ اگر قاضی عیاض رحمہ اللہ جو حدیث اور سنت کے امام تھے اور ابن خلدون جو فلسفہ اور تاریخ کے امام تھے ان کا حلیہ دیکھا جائے تو دونوں کو دیکھنے میں کوئی فرق نظر نہیں آتا کہ یہ دین کا عالم ہے اور وہ دنیا کا عالم ہے، دونوں کا حلیہ، لباس، ثقافت، طرز زندگی، طرز کلام یکساں تھا"[20]

لیکن اس نظریہ کو معاملے کی حقیقت، پس منظر، نتائج اور مقاصد سے سرفِ نظر کرتے ہوئے ہر دورِ حکومت میں غیر حقیقی تناظر میں جانچا گیا ہے، اور جب بھی اس موضوع پر بات کی گئی تو سارا ملبہ مدارس دینیہ کے نصاب پر اچھالا گیا، حالانکہ (QS world Universities Ranking 2022) کے مطابق پاکستان میں عصری تعلیم کا کوئی ادارہ ایسا نہیں ہے جو دنیا کی 350 اعلی اور معیاری انسٹیٹیوٹ میں اپنے لئے جگہ بنا سکے،[21] جبکہ دنیا کی اعلی 100 دینی مدارس میں سے کم از کم 70 مدارس آپ کو پاکستان میں ملیں گے، اسی طرح یہ بات بھی مشاہدے سے ثابت ہے کہ زمانہ قریب میں ایسی کوئی مثال بمشکل ملتی ہے کہ عصری علوم کی تحصیل کیلئے بیرون ممالک سے تعلق رکھنے والا کوئی طالب علم پاکستان آیا ہو جبکہ ہر سال لاتعداد طلباء بیرون ممالک سے دینی تعلیم کے حصول کیلئے پاکستان آتے ہیں، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ پاکستان کے دینی مدارس کے نصاب تعلیم اور نظام سے نہ صرف وطن عزیز بلکہ بیرون ممالک کے طلباء بھی انتہائی مطمئن ہیں۔

تجاویز اور سفارشات:

یکساں نصاب تعلیم کو ملکی مدارس اور جامعات میں رائج کرنے کیلئے درج ذیل امور مد نظر رکھنا انتہائی اہم ہیں۔

1۔یکساں نصاب کی تشکیل کیلئے ضروری ہے کہ نصاب سازی کرتے وقت دینی، معاشرتی، ثقافتی اور ریاستی تقاضوں کو مد نظر رکھنے کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی ملحوظ نظر رہے کہ کلمہ طیبہ اور اسلام کی بنیاد پر یہ ملک وجود میں آیا ہے۔

2۔یکساں نصاب کے نفاذ کیلئے اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ تمام سرکاری اور غیر سرکاری انسٹیٹیوٹ میں وہی نصاب رائج ہو، ایسا نہ ہو کہ ایک گلی میں واقع دو اسکولوں کا نصاب ایک دوسرے سے مختلف ہو۔

3۔یکساں نصاب تعلیم کی تشکیل سے پہلے مقاصد اور اہداف کا تعین کیا جائے اور اسی کی روشنی میں نصاب کا خاکہ تشکیل دیا جائے۔

4۔ملک میں مرحلہ وار یکساں نصاب رائج کیا جائے، جس کا حل یہ ہے کہ ابتدائی طور پر میٹرک تک پورے ملک کے مدارس اور عصری اداروں میں ایک نصاب نافذ کیا جائے، اس میں بنیادی دینی علوم اور قرآنی تعلیمات کا ایک معتدبہ ذخیرہ شامل کیا جائے، یہ نصاب ایک مسلمان معاشرے کی جملہ ضروریات کو پورا کرنے والا ہو، جب اس نصاب کا عملی نفاذ یقینی ہو جائے اور ملک میں ہر جگہ رائج ہو جائے تو پھر دوسرے مرحلے میں انٹر اور تیسرے مرحلہ میں گریجویشن تک یکساں نصاب تعلیم نافذ کیا جائے، اس کے بعد اسپیشلائزیشن کے مرحلہ میں طالب علم کو اختیار دیا جائے کہ وہ جس فیلڈ کو اختیار کرنا چاہے اس میں داخلہ لے لے۔

5۔یکساں نصاب رائج کرنے کیلئے ضروری ہے کہ حکومت سرکاری اسکولوں کا معیار تعلیم اس حد تک بلند کریں کہ لوگ اپنے بچوں کو طیبِ نفس اور اطمینان کے ساتھ ان اسکولوں میں داخلہ دلوا سکیں۔

حوالہ جات

[1] حسن ابراہیم حسن: تاریخ الاسلام، طبع مصر ۴/۴۲۱-احمد شلبی: تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ، طبع لاہور، ص: ۱۰۲.

Hasan Ibrahim Hasan: Tarekh-e-Islam, Egypt Edition(V:4/P:421)
Ahmed Shalbi: History of Islamic Education and Training, Lahore Edition, p: 102.

[2] المقریزی، کتاب الخطط، طبع بیروت 2/363 .

Al-Maqrizi, Kitabul-Khutat., Published in Beirut . V: 2/ P: 363.

[3] علم کی روشنی، مدارس کا نصاب تعلیم اور عظیم خدمات، ڈاکٹر محمد نجیب قاسمی سنبھلی، ریسرچ آرٹیکل .

Ilm ki Roshni, Curriculum of Education and Great Services/ Dr. Muhammad Najeeb Qasmi . Sambhali . Research Article.
http://najeebqasmi.com/articles/152-articles-in-urdu/ilm-zikr/1281-ilm-ki-roshni

[4] نصاب تعلیم برائے مدارس ٹرسٹ جمیعت تعلیم القرآن۔

Curriculm of Madaris (Religious seminaries) , Trust Jamiat Taleem ul Quran.
https://jtq.edu.pk/qaida-nazra-and-hifz/

[5] نیاز محمد/زینب امین، درس نظامی کے نصاب اور اصول نصاب سازی کا جائزہ، ریسرچ آرٹیکل، پشاور اسلامیکس، جلد2، شمارہ2، جولائی تا دسمبر2011.

Niaz Muhammad/Zainab Amin, Review of Dars Nizami Curriculum and Principles of Curriculum Development, Research Article, Peshawar Islamicx, Volume 2, Issue 2, July to December 2011.

[6] ندوی، ابوالحسنات-ہندوستان کی قدیم اسلامی درس گاہیں، صفحہ 9/94، امرتسر، سن طباعت1922.

Nadwi, Abul-Hasanat. Hindustan ki qadeem Islami Darasgahee (Ancient Islamic classes of India), page 9/94, Amratsar, printed in 1922.

[7] نیاز محمد/زینب امین، درس نظامی کے نصاب اور اصول نصاب سازی کا جائزہ، ریسرچ آرٹیکل، پشاور اسلامیکس، جلد2، شمارہ2، جولائی تا دسمبر2011

Niaz Muhammad/Zainab Amin, Review of Dars Nizami Curriculum and Principles of Curriculum Development, Research Article, Peshawar Islamicx, Volume 2, Issue 2, July to December 2011. .

[8] نصاب تعلیم وفاق المدارس العربیہ بورڈ پاکستان۔

Chromeextension://efaidnbmnnnibpcajpcglclefindmkaj/https://www.wifaqulmadaris.org /downloads/nisab/Nisab

[9] غامدی، جاوید احمد، ہماری تعلیم، ریسرچ آرٹیکل، میزان سینٹر آف اسلامک کمیونیکیشن.

Ghamdi, Javed Ahmed, Hamri Taleem (Our Education) , Research Article, Meezan Center of Islamic Communication.
https://www.meezan.tv/articles/our-educational-system-1352

[10] غامدی، جاوید احمد، ہماری تعلیم، ریسرچ آرٹیکل، میزان سینٹر آف اسلامک کمیونیکیشن.

Ghamdi, Javed Ahmed, Hamri Taleem (Our Education) , Research Article, Meezan Center of Islamic Communication.
https://www.meezan.tv/articles/our-educational-system-1352

[11] غامدی، جاوید احمد، ہماری تعلیم، ریسرچ آرٹیکل، میزان سینٹر آف اسلامک کمیونیکیشن

Ghamdi, Javed Ahmed, Hamri Taleem (Our Education) , Research Article, Meezan Center of Islamic Communication.
https://www.meezan.tv/articles/our-educational-system-1352

[12] ناصر، محمد عمار خان، دینی مدارس کا مروجہ نصاب۔ایک مختصر جائزہ، محدث فورم9008

Nasir, Muhammad Ammar Khan, Deni Madaris ka Murawwaja Nisab.(Prevailing Curriculum of Religious seminaries): A Brief Review, Muhaddith Forum 9008
/http://forum.mohaddis.com/threads

[13] غامدی، جاوید احمد، ہماری تعلیم، ریسرچ آرٹیکل، میزان سینٹر آف اسلامک کمیونیکیشن

Ghamdi, Javed Ahmed, Hamri Taleem (Our Education) , Research Article, Meezan Center of Islamic Communication.
https://www.meezan.tv/articles/our-educational-system-1352

[14] عثمانی، مفتی محمد تقی، ہمیں ایک نئے نظام تعلیم کی ضرورت ہے، 10 جولائی 2017

https://daleel.pk/2017/07/10/49054

Usmani, Mufti Muhammad Taqi, Hamn ak naye Nizam e Taleem ki Zarorat h.(We need a new education system), 10 July 2017

[15] نیاز محمد / زینب امین، درس نظامی کے نصاب اور اصول نصاب سازی کا جائزہ، ریسرچ آرٹیکل، پشاور اسلامیکس، جلد 2، شمارہ 2 جولائی تا دسمبر 2011۔

Niaz Muhammad/Zainab Amin, Review of Dars Nizami Curriculum and Principles of Curriculum Development, Research Article, Peshawar Islamicx, Volume 2, Issue 2, July to December 2011.

[16] نعمانی، علامہ شبلی، مقالات شبلی، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 107، 106، دار المصنفین، شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، یوپی۔

Naumani, Allama Shibli, Maqqal Shibli, Volume No. 3, Page No. 106, 107, Darul Musnafin, Shibli Academy, Azamgarh, UP.

[17] رحمانی، مولانا خالد سیف اللہ۔ دینی مدارس کا نصاب تعلیم، ریسرچ آرٹیکل۔ الہلال میڈیا ڈاٹ کام۔

Rahmani, Maulana Khalid Saifullah. Curriculum of Religious Schools, Research Article. Al-Hilal Media.com. https://alhilalmedia.com/curriculum-of-religious-schools//

[18] تھانوی، حکیم الامت مولانا اشرف علی۔ الافاضات الیومیہ (ملفوظات حکیم الامت)، جلد ششم، ص 435، مکتبہ دانش دیوبند، ضلع سہارنپور، یوپی۔ انڈیا۔

Thanvi, Hakeem-ul-Umat Maulana Ashraf Ali. Al-Afazat Al-Yumiya (Malfuzat Hakeem-ul-Umat), Volume 6, p. 435, Muktaba Danish Deobind, District Saharanpur, UP. India .
http://www.elmedeen.com/read-book-4632&&page=5

[19] راشدی، ابو عمار زاہد الراشدی۔ دینی مدارس کا نصاب تعلیم۔ ریسرچ آرٹیکل، ماہنامہ الشریعہ گوجرانوالہ، سن طباعت اپریل 2021

Rashidi, Abu Ammar Zahidul-Rashidi. Curriculum of Religious semenaries,. Research Article, Monthly Al-Sharia Gujranwala, printed April 2021.
http://zahidrashdi.org/6

[20] عثمانی۔ مفتی محمد تقی۔ جامع اور مؤثر نظام تعلیم کی ضرورت۔ اصلاحی خطاب، ضبط و تحریر حراء فاؤنڈیشن اسکول۔

Usmani. Mufti Muhammad Taqi. The need for a comprehensive and effective education system. Reformatory speech. writing, Hara Foundation School.
https://muftitaqiusmani.com/ur/%D8%AC%D8%A7%D9%85%D8%B9-%D8%A7%D9%88%D8%B1

21.https://www.topuniversities.com/university-rankings/world-university-rankings/2022